قیادت کا اسلامی معیار

(مولینا عبدالغفار حسن صاحب)

دنیا سے فساد و بے چینی مٹانے اور امن و خوشحالی کی فضا پیدا کرنے کے لئے جس طرح صالح و عادل نظام ضروری ہے اسی طرح اُسے بروئے کار لانے کے لئے صالح قیادت بھی ناگزیر ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ غیر صالح قیادت کے ہاتھوں صالح نظام قائم ہو سکے۔ کیا چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی کبھی امن قائم ہوا ہے؟ کیا کبھی بیماروں اور مُردوں کے ذریعہ بھی کسی نے صحت و زندگی پائی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ حکومت پاکستان کو قرار دادِ مقاصد کے ذریعہ صالح نظام کے قیام کا اعلان کئے ہوئے چھ ماہ گذر چکے ہیں لیکن ابھی تک یہاں کے باشندے اس کی ابتدائی برکتوں و راحتوں سے بھی ہمکنار نہیں ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ جب قیادت کی مسند پر ایسے گروہ کا قبضہ ہو کہ جس کی اکثریت غیر صالح اور دین سے ناآشنا ہو تو اُسے بدلے بغیر نظامِ حق قائم نہیں ہو سکتا۔

صالح قیادت کی اہمیت قرآن حکیم نے جہاں صالح نظام کے اصول و مبادی اور اہم تفصیلات بیان کی ہیں وہاں ساتھ ہی صالح قیادت کی اہمیت اور اس کے اوصاف پر بھی جا بجا روشنی ڈالی ہے۔ اس معاملے میں اس نے مسلمانوں کو صاف صاف ہدایت دی کہ:-

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ	بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو
اِلٰۤى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ	ان کے مستحقین کے حوالے کر دو، اور جب تم لوگوں
اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۔ (سورہ نساء پ ۵ آیت ۵۸)	کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

اس آیت میں دو باتوں کا مطالبہ کیا گیا ہے، (۱) امانتیں خصوصاً حکومت و اقتدار کی امانت اہل اور صالح افراد کو سونپی جائیں (۲) نظامِ عدل کے قیام کی کوشش کی جائے کیونکہ حکم بالعدل (انصاف کے ساتھ فیصلہ) اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ نظامِ عدل اپنی پوری خصوصیات کے ساتھ قائم

و نافذ نہ ہو جائے۔

یہاں "امانات" سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین کی دو رائیں ہیں:-

(۱) حکومت و اقتدار کی ذمہ داریاں۔

(۲) ہر وہ شے جس کی حفاظت و نگرانی کی ذمہ داری کسی نے قبول کر لی ہو

پہلی رائے زید بن اسلم، شہر بن حوشب اور مکحول تابعی اور حضرت ابی بن کعب سے منقول ہے (احکام القرآن ابن العربی ج ۱، ص ۱۸۱ و احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۲۵۲) خود قرآن حکیم کا سیاق بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ مثلاً ادائے امانت کے حکم کے بعد فرمایا۔ ان تحکموا بالعدل پھر اس کے بعد متصل آیات میں اطاعت اولی الامر کا حکم اور طاغوت کے پاس فیصلے جانے کی مذمت کی گئی ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آیت محولا بالا کا موضوع سیاسی ہے۔ اگر دوسری رائے بھی قبول کر لی جائے تب بھی دوسری امانتوں کے درمیان اقتدار کی امانت کو ایک نمایاں حیثیت حاصل ہو گی۔

قاضی ابن العربی مالکی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس آیت میں اداء امانت اور حکم بالعدل کا مطالبہ حکام اور عوام دونوں سے ہے نہ اس لئے کہ ہر مسلم عالم ہے بلکہ اس لئے کہ ہر مسلم حاکم اور والی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

(۱) المقسطون یوم القیامۃ علی منابر من نور عن یمین الرحمٰن وکلتا یدیہ یمین، وھم الذین یعدلون فی انفسھم و اھلیھم وما ولوا۔ (بخاری۔ کتاب الاحکام)	انصاف پسند لوگ قیامت کے دن رحمٰن کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے (اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں) اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی ذات، اہل و عیال اور جن کے وہ والی ہوتے ہیں ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔
(۲) کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام راع علی الناس وھو مسئول عنھم۔ الحدیث	تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہو گی، پس امام لوگوں پر نگران ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال ہو گا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ہر شخص اپنے اپنے درجہ میں راعی اور حاکم ہے" (احکام القرآن ابن العربی ج ۱ ص ۴۵۱) بہر حال اگر مذکورہ بالا آیت کا مفہوم عام بھی لیا جائے تب بھی "امانات" کی صف میں دولت و اقتدار کو ایک نمایاں حیثیت حاصل ہوگی۔ اس کی تائید ذیل کی روایات سے ہوتی ہے جن میں اقتدار کو امانت سے تعبیر کیا گیا ہے:

(۱) اذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ قیل وما اضاعتہا قال اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعۃ۔ (صحیح بخاری و مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ ص۴۶۹)

جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ لوگوں نے پوچھا اس کے ضائع کرنے کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا جب امر (حکومت و اقتدار) نااہلوں کے حوالے کر دیا جائے، تب قیامت کے منتظر رہو۔

(۲) عن ابی ذر قال قلت یا رسول اللہ الا تستعملنی فضرب بیدہ علی منکبی وقال یا ابا ذر انک ضعیف وانہا امانۃ وانہا یوم القیامۃ خزی وندامۃ الا من اخذها بحقها وادی الذی علیه فیها (صحیح مسلم ج ۲ کتاب الامارۃ)

حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ کیا آپ مجھے (کسی صوبہ یا ضلع کا) عامل (حاکم) نہ بنا دیں گے؟ آپ نے فرمایا تم کمزور ہو اور حکومت ایک امانت ہے اور وہ قیامت کے روز رسوائی اور پشیمانی کا باعث ہوگی، ہاں مگر جس نے اسے حق کے ساتھ لیا اور جو فرض اس پر عائد ہوتا ہے اسے ادا کیا۔

ایک قابل غور اشارہ | مذکورۃ الصدر آیت میں صالح اور اہل قیادت کے بروئے کار لانے کا مطالبہ پہلے کیا گیا ہے اور نظام عدل (حکم بالعدل) کے قیام کا مطالبہ بعد میں، اس انداز تعبیر سے صالح قیادت اور خدا ترس عمال حکومت کی جو اہمیت ظاہر ہوتی ہے وہ اہل علم حضرات سے مخفی نہیں رہ سکتی۔ خلاصۂ مدعا یہ ہے کہ حکومت و اقتدار خدا و خلق کی ایک گرانبہا امانت ہے اور اسے صرف اہل لوگوں کے حوالے کرنا مسلمانوں کے لئے شرعاً لازم ٹھہرایا گیا ہے، بخلاف اس کے اگر کچھ لوگ اسے نااہل لوگوں کے حوالے کریں تو وہ عنداللہ گنہگار ہوں گے اور پھر جو نااہل ہوتے ہوئے اس امانت کو زبردستی اپنے قبضے میں لیں وہ اپنے اوپر انتظام سلطنت پر اور ملک و ملت پر ظلم توڑتے ہیں۔

قیادت کا غیر اسلامی معیار پہلے اس سے کہ اہل امانت کے اوصاف اور اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قیادت و رہنمائی کے جاہلی معیار کو بھی سامنے رکھ دیا جائے۔ کسی شئے کی حقیقت اس کی ضد سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ وبضدھا تتبین الاشیاء۔

قرآن حکیم نے اس بارے میں کفار کا قول نقل کیا ہے۔

لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم۔ (پ ۲۵ سورہ زخرف آیۃ ۳۱)

یہ قرآن (مکہ اور طائف کی) دو بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا؟

یہاں عظیم سے مراد وہ شخص ہے جو خاندانی وجاہت، اثر و رسوخ مال و دولت کے انبار اور حکومت واقتدار کی باگیں اپنے ہاتھ میں رکھتا ہو۔ باغوں، جاگیروں، نہروں اور چشموں کی اس کے پاس فراوانی ہو، شعبدہ بازی اور خارق عادت کمالات دکھانے میں طاق ہو۔

یہ سب تفصیلات پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیات ۹۰، ۹۱، ۹۲ میں موجود ہیں، یہاں بنظر اختصار ان کو نقل نہیں کیا جا رہا ہے۔ لیکن نہ صرف یہ کہ قرآن نے اس قول کفار کی کجی کو واضح کیا ہے، بلکہ اس کی تردید تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خود کر ہی رہی تھی۔

قیادت کا اسلامی معیار قیادت کے اسلامی معیار کو معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انبیاء کرام کے ان احوال و اوصاف کا انتہائی غور و فکر سے مطالعہ کیا جائے جن کی تشریح قرآن مبین کے مختلف مقامات میں ملتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر نبی اپنی قوم کا قائد اور رہنما ہوتا ہے۔ آج بھی اگر ہم صالح قیادت کے خدوخال دیکھنا چاہتے ہیں تو انبیاء کرام اور ان کے مخلص اصحاب کی سیرت ہی کو معیار بنانا ہوگا۔

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ (پ البقرہ آیت ۱۲۴)

اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو اس نے پوری کر دکھائیں، (تب) خدا نے فرمایا میں تجھے لوگوں کا امام و قائد بنانا ہوں، حضرت ابراہیم نے کہا اور میری اولاد میں سے (یعنی کیا میری نسل بھی قیادت و امامت کا منصب

پاسکیگی ؟) جواب ملا میرا یہ وعدہ ظالموں کیلئے نہیں ہے۔

اس آیت میں امامت وقیادت کے معیار کا ایجابی Positive پہلو بھی بتایا گیا ہے اور سلبی Negative پہلو بھی!

(۱) اللہ تعالیٰ کے امتحان وآزمائش کے مواقع پر پورا اترنا، (۲) ظلم سے پرہیز۔ اولاً سلبی معیار پر قرآنی تشریحات پیش کی جاتی ہیں۔ بعد میں ایجابی معیار کی تفصیلات بیان کی جائیں گی۔

ظلم اور ظالم کے معنی | ظلم کیا ہے اور ظالم کون ہیں؟ اس کی تشریح بھی قرآن مبین کی مندرجہ ذیل آیات میں موجود ہے:۔

(۱) ان الشرک لظلم عظیم۔ بلاشبہ شرک بڑا ظلم ہے۔

محض بت پرستی، کواکب پرستی اور قبر پرستی ہی شرک نہیں ہے بلکہ خدا کی صفت تشریع (قانون سازی) اور حاکمیت میں دوسروں کو ہم پلہ ماننا بھی شرک ہے۔ معابد کی محدود چار دیواری میں خدا کی عبادت، اور باہر کی تمام زندگی میں طاغوت کے قانون کی اتباع وترویج بھی شرک ہے۔

اس لئے وہ تمام قائدین جو سیاست اور نظام حکومت کو دائرہ مذہب سے الگ رکھنا چاہتے ہیں، منصب امامت وقیادت کے اہل نہیں ہو سکتے اور نہ اسلام اور مسلمانوں کی تمام زندگی کی امانت انکو سونپی جا سکتی ہے۔

(۲) وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (مائدہ پ آیت ۴۵) اور جو کوئی اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے، تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنی انفرادی واجتماعی زندگی میں قانونِ الٰہی کی پروا نہیں کرتے ان کے ہاتھوں میں پیشوائی ورہنمائی کی باگ ڈور نہیں دی جا سکتی۔

(۳) ومن یتعدّ حدود اللہ فاولٰئک هم الظالمون۔ (سورہ بقرہ پ آیت ۲۲۹) اور جو اللہ کی حدود کو پھاند جاتے ہیں تو یہی لوگ ظالم ہیں۔

جو لوگ حلال وحرام کی حدود توڑتے ہیں، شراب، رقص وسرود اور رشوت وسود میں مبتلا رہتے

ہوں یا ان کے اڈوں کی سرپرستی اور افتتاح فرماتے ہوں، انہیں کب یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ امت محمدیہ کی سربراہ کاری اور اسلامی حکومت کی پاسبانی کا دعوے کریں!

(۴) فمن افترىٰ على الله الكذب فاولئك هم الظالمون. (پ آل عمران آیت ۹۴)

جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں تو وہ ظالم ہیں۔

کافرانہ طور اطوار اور تہذیب پر اسلام کا لیبل لگانا وہ فریب کارانہ ظلم ہے کہ اس کے مرتکب صفِ قیادت تو کجا صفِ نعال میں بھی جگہ نہیں پا سکتے۔

(۵) واذا دعوا الى الله ورسوله ليحكم بينهم اذا فريق منهم معرضون. وان يكن لهم الحق يأتوا اليه مذعنين افى قلوبهم مرض ام ارتابوا ام يخافون ان يحيف الله عليهم ورسوله بل اولئك هم الظالمون. (پ سورہ النور آیت ۵۰)

اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلے کے لئے بلائے جاتے ہیں تو اچانک ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے اور اگر ان کا حق ہوتا ہے تو اس کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا وہ شک میں پڑ گئے ہیں یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے بلکہ وہ خود ظالم ہیں۔

اسلام کا نام اوڑھ کر اس کے حقوق سے متمتع ہونے والے اور اس کے عائد کئے ہوئے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے کترانے والے، جہاں اپنا مفاد نظر آتے وہاں اسلام کے علمبردار، جہاں ایثار وقربانی کا سوال سامنے ہو وہاں کھسک کر رہ جانے والے کب اسلامی جہاز کے ناخدا بن سکتے ہیں۔

(۶) يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا آباءكم واخوانكم اولياء ان استحبوا الكفر على الايمان ومن يتولهم منكم فاولئك هم الظالمون (سورہ توبہ پ آیت ۲۳)

اے ایمان والو! اپنے باپ دادوں اور بھائی بندوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کرتے ہیں۔ اور جو تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

(۷) انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم

صرف اللہ تم کو ان لوگوں سے روکتا ہے جنہوں

فی الدین، واخرجوکم من دیارکم	لئے دین کے بارے میں تم سے جنگ کی اور تم کو تمہارے
وظاهروا علیٰ اخراجکم ان تولّوهم و	گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے پر (دوسروں کو)
من یتولهم فاولئک هم الظالمون۔	مدد دی کہ تم ان سے دوستی رکھو۔ اور جو ان سے دوستی
(سورہ ممتحنہ، پ ۲۸ آیت ۹)	رکھیں گے وہ ظالم ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اسلام دشمن عناصر سے ساز باز رکھنے والے، ان کی تقلید اور نقالی کرنے والے، ان کے فلسفوں، نظریوں اور طور طریقوں کو پسند کرنے والے، ان کو ذہنی و تہذیبی و سیاسی پیشوا ماننے والے کبھی بھی ملت اسلامیہ کے اعتماد کے قابل نہیں ہو سکتے۔

(۸) قال معاذ الله انه ربی احسن مثوای	یوسف علیہ السلام نے فرمایا خدا کی پناہ بے شک
انه لا یفلح الظالمون۔	وہ میرا رب ہے جس نے مجھے اچھا ٹھکانا بخشا۔ حقیقت
(پ ۱۲ سورہ یوسف آیت ۲۳)	یہ ہے کہ ظالم فلاح نہیں پا سکتے۔

یوسف علیہ السلام کے اس قول میں موقعِ کلام کے لحاظ سے بدکاروں اور عیش و نشاط کے بندوں کو ظالم ٹھہرایا گیا ہے۔ ان کے لئے فلاح کے دروازے بند ہیں۔

(۹) قال معاذ الله ان ناخذ الا من	یوسف علیہ السلام نے فرمایا خدا کی پناہ اس سے کہ
وجدنا متاعنا عنده انا اذاً لظالمون	ہم پکڑ لیں کسی شخص کو بجز اس کے جس کے پاس ہم نے
(پ ۱۳ - سورہ یوسف آیت ۷۹)	اپنا سامان پایا ہے۔ تب تو ہم بلاشبہ ظالم ہوں گے۔

جو قیادت مجرموں کو چھوڑ کر بے گناہوں کی آزادی سلب کرے، زانیوں اور شرابیوں کو معاف کر دے اور دعوت حق کے حامیوں اور اقامتِ دین کے علمبرداروں کو قید و بند کی سزا دے وہ قرآن کی زبان میں ظالم ہے اُسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خدا کے بندوں کی گردنوں پر مسلط رہے۔

(۱۰) یا ایها الذین آمنوا لا یسخر قوم	اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے
من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منهم	اور نہ عورتیں ایک دوسرے پر ہنسیں۔ ہو سکتا ہے
ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا	کہ جن پر ہنسا جا رہا ہے) وہ ان سے بہتر ہوں۔

منہن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب، بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٰئک هم الظالمون (پ ۲۶ الحجرات)

اپنی جانوں کو عیب نہ لگاؤ اور آپس میں ایک دوسرے کو نام نہ دھرو ایمان کے بعد فسق کیا ہی برا نام ہے اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی لوگ ظالم ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ ایک دوسرے کی ہنسی اڑانے والے، اپنے سے کمتر انسانوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے والے اور غرور و تکبر میں مبتلا ہو جانے والے امامت و پیشوائی کے مستحق نہیں ہو سکتے اسی مفہوم کو دوسری جگہ یوں ادا کیا گیا ہے۔

تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین۔
(پ ۲۰ سورہ قصص آیت ۸۳)

وہ دار آخرت (اور وہاں کی نعمتیں) ان کے لئے ہیں جو زمین میں بلندی اور فساد نہیں چاہتے اور عاقبت متقیوں کے لئے ہے۔

ان دس آیات میں جن اوصاف کا بیان ہے یہ دراصل فاسقانہ اور غیر اسلامی قیادت کے خدوخال ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو جو لوگ اپنی رہنمائی اور سربراہ کاری کے لئے منتخب کرتے ہیں وہ نہ صرف اپنے ہی آپ کو بلکہ پورے ملک و ملت کو ظلم و عدوان کی دوزخ میں جھونک دیتے ہیں۔

(باقی آئندہ)